مجاہد ملت

مولانا محمد رفیق خان پسروری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی
فیصل آباد

مولانا محمد رفیق خاں پسروری جماعت اہلحدیث کے مشاہیر علمائے کرام میں خاص اہمیت اور مقام کے حامل تھے۔

ان کا شمار اپنے عہد کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے۔نہایت باہمت اور صاحب عزم عالم دین تھے انہوں نے کلمۃ اللہ کی سربلندی اور مسلک اہلحدیث کی فکر کو اجاگر کرنے کیلئے شب و روز کی محنت اور تگ و تاز سے دین کی خوب خدمت کی۔وہ نہایت ذکی و فطین تھے، مروجہ علوم میں خاص اور کامل دسترس رکھتے تھے۔تفسیر، حدیث، فقہ منطق و فلسفہ وغیرہ پر ان کی گہری نظر تھی۔مطالعے کا ذوق شروع سے ہی تھا ہمہ وقت کتب بینی میں مصروف رہتے تھے۔اچھے خطیب و واعظ اور بلند پایہ مصنف تھے۔ذہن رسا پایا تھا۔طبیعت میں مناظرانہ رنگ غالب تھا، حاضر دماغ اور حاضر جواب مناظر تھے۔ان کی ساری زندگی اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور مناہی و منکرات کا استیصال کرتے ہوئے گزری اس عظیم المرتبہ عالم دین نے 10 اپریل 1922 کو مشرقی پنجاب کے مردم خیز علاقے کرنال کے نواحی قصبے باہڑی میں آنکھ کھولی۔ باہڑی وہ مشہور قصبہ ہے جہاں 1945 میں نامور عالم دین مولانا عبدالستار دہلوی مرحوم کا مشہور حنفی مولانا خیر محمد جالندھری سے تاریخی مناظرہ ہوا تھا جس میں جماعت اہلحدیث کو فتح ہوئی اور چالیس افراد موقع پر ہی اہلحدیث ہوگئے تھے۔آپ راجپوت گھرانے کے چشم و چراغ تھے ابھی زندگی کی ابتدائی منزلوں سے ہی گزر رہے تھے کہ ان کے والد مکرم چوہدری نھضے خاں داغ مفارقت دے گئے۔ چوہدری نھضے خاں مرحوم انتہائی متین متدین، حلیم الطبع منکسر المزاج، ہنس مکھ، سادہ مزاج، سچائی کے عاشق، سنت کے پیرو اور ہر آن قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے سچے انسان تھے۔ انہوں نے اپنے آبائی مذہب تقلید شخصی اور مشرکانہ رسم و رواج چھوڑ کر صدق دل سے مسلک اہلحدیث قبول کیا تھا۔ان کی وفات بھی بڑی عجیب طرح ہوئی۔رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور آخری عشرہ شروع تھا انہوں نے فضائل رمضان سے متاثر ہو کر صحت و تندرستی کی حالت میں بدھ کو نماز عصر کے بعد یوں دعا کی...... یا اللہ یہ ماہ مبارک اور خاص کر اس ماہ کا آخری جمعہ جو بہت ہی مبارک ہے اور تو اس آخری عشرہ میں اپنے نیک بندوں کی گردنیں جہنم سے آزاد فرماتا ہے میں بھی تیرا ایک عاجز گنہگار بندہ ہوں تو اپنے فضل و کرم سے اپنے نیک بندوں میں شمار فرما کر جب بھی مجھے موت دیوے تو اسی ماہ بلکہ آخری عشرہ اور جمعۃ الوداع کو دینا تا کہ مجھ گنہگار کی بھی نجات ہو جائے۔جس وقت یہ دعا کی گئی وہ قبولیت کی گھڑی تھی۔ چوہدری نھضے خاں رات کو اچھے بھلے تھے صبح فجر کی نماز کے بعد ان کو ہلکا سا بخار ہوگیا شام تک آپ صاحب فراش ہوگئے۔اگلے روز جمعۃ المبارک کی صبح ہوش و حواس سے وصیت کی کہ میرے جنازے کی نماز وہ آدمی پڑھائے جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتا ہو۔اس کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی اور آپ اعلیٰ علیین کو سدھار گئے۔

مولانا نے جیل میں بھی درس قرآن مجید کا سلسلہ جاری رکھا اور رمضان المبارک میں باجماعت نماز تراویح کا اہتمام کیا

مولانا ممدوح جب سن شعور کو پہنچے تو انکی تعلیم و تربیت کا آغاز ان کے مولد مسکن قصبہ باہڑی سے ہوا۔سب سے پہلے خلیفہ جی ابراہیم جو کہ اسی گاؤں کے ایک موحد و متبع سنت نیک طینت انسان تھے اس سے عربی کا قاعدہ پڑھا۔اس کے بعد خلیفہ جی نے

مولانا محمد رفیق اور ان کے چھوٹے بھائی چوہدری عبدالرشید صاحب حفظہ اللہ کو دینی تعلیم کیلئے دہلی روانہ کیا۔ دہلی اس دور میں علم و فضل کا گہوارہ اور مرکز تھا۔ بہت سے علمائے کرام اس بلدہ علم میں فروکش تھے۔ اورانہوں نے مسند درس وتدریس بچھا رکھی تھی۔ مولانا محمد رفیق خاں صاحب اپنے برادر صغیر کے ہمراہ مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی کے آستانہ فضیلت پر حاضر ہوئے اور مدرسہ دارالکتاب والسنۃ صدر بازار سے اپنے تعلیمی وعلمی سفر کی ابتداء کی۔ ذہین طبع طالب علم تھے اللہ نے ان کو بہت سے اوصاف وکمالات سے نوازا تھا۔ ان کے استاد گرامی مولانا عبدالوہاب اور مولانا عبدالستار دہلوی ان پر خصوصی شفقت اور توجہ فرماتے۔ مدرسہ دار الکتاب والسنہ دھلی میں انہوں نے مکمل دینی تعلیم حاصل کی۔ اور مروجہ عربی علوم وفنون پڑھ کر مولانا عبدالستار محدث دہلوی سے سند فراغت حاصل کی۔ کچھ کتابیں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم سے بھی پڑھیں۔ اس کے علاوہ مولانا عبدالجلیل خاں بلوچ جھنگوی، مولانا حاجی عنایت اللہ ناصح اور مولانا محمد جوناگڑھی مرحوم سے بھی اکتساب علم کیا۔ تحصیل علم کے بعد دعوت وتبلیغ کے میدان میں سرگرم عمل ہوئے اور روز بروز ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ زمانہ طالب علمی سے ہی خاصے متحرک اور فعال تھے۔ جب کبھی اپنے گاؤں ''ہابڑی'' آتے تو خطبہ جمعہ کی ذمہ داری انہی کے اوپر ڈال دی جاتی۔ قصبہ ہابڑی میں کل گیارہ مساجد تھیں اکثریت حنفی مقلدین کی تھی۔ جبکہ اہلحدیث چند نفوس ہی تھے۔ لیکن یہ چند موحدین ایمان میں پختہ اور مسلک میں انتہائی پکے تھے۔ انہیں قرآن وسنت سے جو بات بھی معلوم ہوتی اس پر سختی سے عمل پیرا ہوجاتے۔ مولانا عبدالوہاب دھلوی کے تربیت یافتہ اور عقیدت مند تھے۔ احیاء سنت اور عمل بالحدیث کا جذبہ ان میں شدت سے پایا جاتا تھا۔ گاؤں کے حنفی اکثر ان اہلحدیث حضرات سے خار کھاتے اور مختلف مسائل میں ان سے نوک جھونک جاری رکھتے۔ ایک بار اس نزاع نے اتنی شدت اختیار کی کہ معاملہ تھانے کچہری تک جا پہنچا۔ پولیس آئی اور دونوں فریقوں کے بندے پکڑ کر لے گئی۔ مولانا محمد رفیق خاں صاحب ان دنوں دہلی میں زیر تعلیم تھے اور چندروز کے لئے گاؤں آئے تھے۔ انہیں بھی ناجائز اس کیس میں دھرلیا گیا۔ مولانا صاحب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بخوشی پس دیوار زنداں چلے گئے۔ جیل میں جاتے ہی انہوں نے وہاں بھی تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور آخری عشرہ جسے جہنم سے آزادی کے ایام بھی کہتے ہیں، مولانا اور ان کے گرفتار ہونے والے ساتھیوں کی تعداد دس تھی۔ یہ سب رات دن عبادت میں مصرف رہتے تھے، باجماعت نماز پڑھتے، رات کے پچھلے پہر نماز تراویح پڑھتے، آمین بلند کہتے۔ جبکہ فریق مخالف کے لوگ نماز چھوڑ چکے تھے۔ اس جیل میں ایک برہمن حوالدار تھا اس نے اہلحدیث کے متعلق یہ مشہور کر دیا کہ سب لوگ ''حسینیہ'' ہیں جو دن رات عبادت کرتے ہیں اور فریق مخالف کے قید آدمیوں کے متعلق کہنے لگا کہ یہ شمری ہیں جو بے ایمان نماز تک نہیں پڑھتے، مولانا ممدوح ساتھیوں سمیت 12 روز تک حوالات میں رہے اس عرصے میں روزانہ نماز فجر کے بعد درس قرآن ارشاد فرماتے جسے حوالاتی سپاہی اور پہرے دار وغیرہ سب سنتے، اس حوالات میں ایک بھنگی ڈاکو بھی بند تھا۔ اس پر مولانا کے دروس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور اس نے متاثر ہوکر توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر وعدہ کیا کہ وہ آئندہ اپنی جملہ برائیوں کا ارتکاب نہیں کرے گا اور اسلامی باتوں کو اپنا کر ان پر عمل کرے گا۔

قیام پاکستان سے قبل ۴۶ غیر مسلموں نے مولانا کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا اور قیام پاکستان کے بعد تقریباً ۲۶ سو غیر مسلم افراد ان کی کوششوں سے مشرف با سلام ہوئے۔ جبکہ بلا شبہ ہزاروں افراد نے عقیدے کی اصلاح کرکے مسلک اہلحدیث اختیار کیا۔ یہاں چلتے چلتے ایک لطیفہ بھی سنتے جایئے۔ جن دنوں مولانا جیل میں بند تھے ان دنوں سردی بہت زیادہ پڑ رہی تھی ایک روز دو ہندو

> ایک روز دو ہندو سپاہی ان کے پاس حوالات میں آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے حال پر رحم فرماؤ ہماری غلطی معاف کرو۔ آپ لوگ جو روزانہ بینہ (بارش) مانگتے ہیں وہ نہ مانگا کریں ہماری ڈیوٹیاں ہوتی ہیں ہم بارش میں بھیگ جاتے ہیں سردی عام ہے اور ہمیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ (یعنی وہ آمین کو آبینہ سمجھتے تھے) انہیں جب بتایا گیا کہ ہم بارش نہیں مانگتے بلکہ ہم تو آمین کہتے ہیں

سپاہی ان کے پاس حوالات میں آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے حال پر رحم فرماؤ ہماری غلطی معاف کرو۔ آپ لوگ جو روزانہ مینہ (بارش) مانگتے ہیں وہ نہ مانگا کریں ہماری ڈیوٹیاں ہوتی ہیں ہم بارش میں بھیگ جاتے ہیں سردی عام ہے اور ہمیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ (یعنی وہ آمین کو آمینہ سمجھتے تھے) انہیں جب بتایا گیا کہ ہم بارش نہیں مانگتے بلکہ ہم تو آمین کہتے ہیں جس کا مطلب ہے یا اللہ ہماری عبادت منظور کر لے۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے یہ تو بہت اچھی بات ہے۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ جس جھوٹے مقدمے کے تحت حنفی حضرات نے اہلحدیث افراد کو جیل میں بند کر دیا تھا اس مقدمے میں ان حضرات کو بڑی ندامت و شرمندگی ہوئی اور اہلحدیث باعزت بری ہوئے اور فتح یاب بھی۔ اس کے بعد اس گاؤں میں اہلحدیث بر سر عام دعوت وتبلیغ کا کام کرنے لگے اور ان کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ مولانا رفیق خاں صاحب مرحوم عمدہ واعظ اور خطیب تھے قیام پاکستان سے پہلے جنڈیالہ گورو ضلع امرتسر کی جامع مسجد اہلحدیث کے خطیب مقرر ہوئے۔ وہاں آپ کی تبلیغی سرگرمیاں جاری تھیں کہ قیام پاکستان کا مرحلہ درپیش ہوا۔ انہوں نے یہاں نوجوانوں کو ساتھ ملا کر ''نیشنل گارڈز'' طرز کی ایک تنظیم بنائی، جس میں وہ گتکا سکھانے کی تربیت کرتے اور غلیل اور بطور اسلحہ استعمال کرتے۔ اس دوران ان کا سکھوں سے کئی بار آمنا سامنا ہوا۔ کئی بار مسلمان گھرانوں پر سکھوں کے حملہ کے وقت مقابلہ بھی ہوا۔ اس موقع پر یکے بعد دیگرے انہیں دو بہت بڑے صدمات پہنچے۔ 13 جولائی 1947 کو ان کی رفیقہ حیات وفات پا گئیں۔ اس صدمے کو انہوں نے بڑے صبر واستقامت سے برداشت کیا۔ ابھی یہ زخم تازہ ہی تھا کہ ایک موقع پر سکھوں کو موقع مل گیا اور ان پر قاتلانہ حملہ کیا۔ مولانا اور ان کے ساتھیوں نے سکھوں کا مقابلہ کیا اس مقابلے میں ان کا ایک بازو کٹ گیا اور سارا وجود شدید زخمی ہو گیا۔ پھر میاں فضل حق سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان اور رئیس جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور ان کے ساتھیوں نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر ممدوح کو سکھوں کے گھیرے سے نکال کر امرتسر کے ہسپتال پہنچایا۔ جہاں چند دن زیر علاج رہے یہاں بھی سکھوں نے انہیں ہلاک کرنے کی سازش کی۔ مگر ایک ڈاکٹر کی مخبری سے وہاں سے نکل آنے میں کامیاب ہوئے۔ اس کے بعد پاکستان آ گئے یہاں آ کر انہوں نے پسرور ضلع سیالکوٹ کو اپنا مسکن بنایا اور مسجد اہلحدیث کی بنیاد رکھی، ضلع سیالکوٹ اس وقت پانچ تحصیلوں پر مشتمل تھا۔ اس کے اطراف و اکناف میں موحدین کی تعداد بہت قلیل تھی۔ مولانا رفیق خاں مرحوم اس صورتحال کو دیکھ کر میدان میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے علاقے کے قرب وجوار اور نواح میں دین حنیف کی تبلیغ وتشہیر، جماعت اہلحدیث کی ترقی اور مساجد کی تعمیر میں خوب حصہ لیا۔ اللہ نے ان کو فیاضی کے وصف سے نوازا تھا اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے بالخصوص مساجد کی تعمیر میں جیب خاص سے معاونت فرماتے۔ راجپوت برادری کے فرد فرید تھے، نڈر، بیباک، بڑے عزم و ارادے کے مالک جی دار عالم دین تھے۔ جرات و دلیری ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ مناظرے اور مجادلے میں تیز تھے ہمہ وقت اس کے متمنی رہتے۔ جدھر سے بھی مخالفانہ ہوا کا جھونکا آتا ادھر کا ہی رخ کر لیتے، لاؤڈ سپیکر اور تانگہ سواری اپنی تھی مد مقابل کے گھر جا کر اسے للکارتے۔ مولوی محمد بشیر، مولوی پسروری خلیفہ (مولانا احمد علی لاہوری) ان کے مایہ ناز شاگرد، مولانا منظور صاحب نارووالوی اور مولوی بشیر کوٹلی لوہاراں والے سے ان کی نوک جھونک جاری رہتی تھی۔ مناظرے وغیرہ کی نوبت آتی رہتی تھی۔ مولانا نے ان حنفی دیوبندی اور بریلوی علماء سے بڑے کامیاب مناظرے کئے اور حق و باطل کے اس معرکے میں فتح ونصرت ان کے قدم چومتی تھی۔ بعض دفعہ اس کار خیر میں ان کی معاونت کیلئے مناظر اسلام مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی اور مولانا محمد حسین شیخوپوری بھی حصہ لیتے تھے۔ ان سفروں میں ان

> ان کو لفظ اہلحدیث سے گہری وابستگی تھی اس لئے انہوں نے اپنے مدرسے کا نام جامعہ اہلحدیث، مسجد کا نام جامع اہلحدیث، مکان کا نام اہلحدیث منزل اور کتب خانہ کا نام مکتبہ اہلحدیث رکھا۔ آج کل مسجد والے چوک کو بھی چوک اہلحدیث کہا جاتا ہے۔

کے اپنے عزیزوں کے علاوہ اس دور میں مولانا محمد صدیق اختر (جو کہ اس وقت ضلعی امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہیں) اور مولانا بابا احمد دین ساتھی ہوتے تھے۔

مولانا کے اس انوکھے انداز کی تبلیغ کا اثر تھا کہ آج ضلع سیالکوٹ بالخصوص تحصیل پسرور اور ضلع نارووال میں اہلحدیث کافی تعداد میں موجود ہیں۔ کئی دیہات اور کٹر حنفی گھرانے اہلحدیث ہو کر دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ بلا مبالغہ اس وقت سینکڑوں علماء ان گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو مولانا کی وجہ سے اہلحدیث ہوئے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم تو برملا کہتے ہیں: کہ ہم مولانا پسروری کی وجہ سے اہلحدیث ہوئے ورنہ اس وقت ہم کسی قبر کے مجاور ہوتے، جناب پروفیسر ساجد میر مدظلہ ایک اہلحدیث گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور مولانا میر سیالکوٹی کے پوتے ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ مولانا پسروری کی وجہ سے دین کا جذبہ بڑھا تھا، مولانا پسروری کا ایک تحریری معرکہ مولانا احمد علی لاہوری سے بھی ہوا، جسمیں مولانا لاہوری نے لاہور جماعت کے شیخ محمد ایوب کو بلا کر کہا تھا کہ میری اس مولوی سے جان چھڑادو۔

مولانا مرحوم کی مسجد کے سامنے عیسائیوں کا بہت پرانا گرجا ہے۔ حقیقت میں اس علاقے میں عیسائیت کا یہ بہت بڑا گڑھ تھا۔ پورا سال یہاں مختلف پادری آتے اور عیسائیت پر لیکچر دیتے، مولانا موصوف نے ان کے جواب میں ایسے مدلل طریقے سے عیسائیت کے رد میں جواب دیئے کہ اس کے بعد ان لوگوں کو جلسے کرنے کی جرات نہیں ہوئی اور آج تک امن ہے۔ مرحوم نے قادیانیوں اور چکڑالویوں سے بھی کامیاب مناظرے کئے اور ہر اسلام دشمن تحریک کے خلاف نبرد آزما رہے۔ بلا شبہ وہ قادر الکلام خطیب، ذہین، مناظر اور بلند پایہ مصنف تھے، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خطبہ جمعہ کا طریقہ حضرت الاستاذ مولانا حافظ عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا۔ (یعنی قرآنی آیات اور اس کی مطابقت میں حدیث نبوی اور راوی کے حالات بیان کرنا) درس قرآن شیخ التفسیر حضرت علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی سے آیت کے مطابق پورے قرآن مجید میں تلاش کر کے اس کے مطابق بیان کرنا اور مناظرے کا فن شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا۔

یہاں یہ واقعہ بھی بیان کے قابل ہے کہ مولانا میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے دوبار مولانا پسروری سے اپنی جگہ خطبہ جمعہ سنا اور ان کو فاروق کا لقب دیا مولانا پسروری زندگی بھر اس پر فخر کرتے رہے۔

مولانا مرحوم قرآن مجید سے خاص شغف رکھتے تھے صبح نماز فجر کے بعد اپنی مسجد میں درس قران دیتے دوبار آپ نے صبح کے درسمیں قرآن ختم کیا۔ خطبہ جمعہ میں تیسری بار قرآن ختم کرنے والے تھے کہ خود ہی داغ مفارقت دے گئے۔ ہر سال ماہ مارچ میں دوروزہ سالانہ کانفرنس کا اہتمام کرتے اور پنجاب بھر سے علماء کرام کو مدعو کرتے۔ اس کانفرنس میں جماعت اہلحدیث کے جو اکابر علماء تشریف لاتے ان کے نام یہ ہیں:

مولانا سید عبدالغنی شاہ کامونکی، حافظ محمد اسماعیل ذبیح راولپنڈی، حافظ محمد یحییٰ حافظ آبادی، مولانا علی محمد صمصام، مولانا ابراہیم خادم مرحوم، مولانا عبدالحق صدیقی ساہیوال، مولانا اسماعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی، مناظر اسلام مولانا محمد رفیق مدنپوری، بابا احمد دین گکھڑوی، بابا احمد دین ہرل، اللہ رکھا دھبولہ والے، بارک اللہ شاہ، مولانا محمد اسحاق روپڑی کراچی، مولانا محمد صدیق چونڈا، مولانا عطاء الرحمٰن اشرف، کراچی سے حضرت العلام مولانا عبدالستار دھلوی، مولانا عبدالغفار سلفی پسرور میں جماعت کی یہ بڑی عظیم الشان اور موثر کانفرنس ہے جو اب تک بڑے اہتمام سے منعقد ہوتی ہے۔ اب اس کے منتظم مولانا محمد سرور شفیق صاحب ہیں جن کو مولانا نے اپنی زندگی میں ہی اپنی مسجد کا خطیب مقرر کر دیا تھا۔ مولانا سرور صاحب اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھا رہے ہیں۔

مولانا رفیق مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے زبان و بیان اور قلم دونوں پر قدرت عطا فرمائی تھی۔ آپ دلاویز تقریریں کرتے اور بڑی شگفتہ تحریریں لکھتے، انہوں نے تالیف تصانیف کے میدان میں بڑا نام پیدا کیا اور مسلک کی بے پناہ خدمت کی۔ ان کی اکثر تصانیف جواب میں لکھی گئی ہیں اور ان میں مناظرانہ اسلوب کی جھلک پائی جاتی ہے۔ وہ مسلک کے معاملے میں انتہائی حساس اور غیور تھے جس کسی نے بھی اعتراض کیا فوراً اس کے رد میں تحریر و تقریر کے ذریعے دندان شکن جواب دیا۔ انہوں نے ستائیس کے قریب کتابیں لکھیں اور مولوی بشیر کوٹلی لوہاراں کی تحریرات کے جواب دیئے۔

مولانا کی چند مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں:

تذکیر الثقلین برد تقبیل الابھامین، برہنہ شمشیر برگردن بشیر، درہ محبوب بردبر مجذوب،

اربعین قرآنی در مدح احادیث سلطانی، اربعین قرآنی در مسئلہ غیب دانی، اصلاح عقائد، بے لوث نمبر بجواب غوث نمبر، آئینہ عید الاضحیٰ، حمایت توحید، ختم نبوت، مناظرہ بابت تراویح، مکالمہ بابت تراویح، شعبان بجواب رضوان، فتاویٰ رفیقیہ ۳ حصے، شمشیر محمدی مع روئیداد مناظرہ قصبہ بابڑی۔

اس کے علاوہ آپ نے مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم کی کتاب ''سیرۃ النبیؐ'' کی طباعت میں بھی خصوصی دلچسپی اور حصہ لیا تھا۔ مختلف رسائل و جرائد میں آپ کے سینکڑوں مضامین شائع ہوئے۔

مولانا موصوف انتہائی نیک طینت، متین و متدین اور صاحب ورع انسان تھے۔ احباب و اقرباء سے خندہ پیشانی سے ملتے غریب و نادار لوگوں کی حسب توفیق دل کھول کر امداد فرماتے۔ مسجد میں جو بھی مہمان آتا اس کی خدمت و تواضع کرنے میں خوشی محسوس کرتے اور کھانا اپنے گھر سے بھیجتے، محلے یا عزیزوں میں اگر کسی بچی کی شادی ہوتی تو اس کو جہیز میں اپنے استاذ گرامی مولانا عبدالستار دھلوی کے ترجمے اور حواشی والا قرآن مجید دیتے۔ غرض مولانا کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی امتیازی خصوصیات عطا کی تھیں اس پر وہ اللہ کے حضور ہمیشہ شکر بجالاتے رہے۔

آپ وجیہ الشکل، گندمی رنگ اور درمیانے قد کے تھے، داڑھی خشخشی اور مکمل تھی، مونچھیں بہت باریک رکھتے، شلوار قمیص کے ساتھ سر پر سفید پگڑی طرے دار کلے پر باندھتے۔ موسم سرما میں جیکٹ اور اچکن بھی زیب تن کر لیتے۔ ہاتھ میں مضبوط چھڑی رکھتے تھے۔ آخری عمر میں پگڑی کی جگہ قیمتی قراقلی ٹوپی زیب سر کرنے لگے تھے۔ خوراک انتہائی سادہ کھاتے اور جو بھی کھانے میں میسر ہوتا تناول کر لیتے اور کبھی عیب جوئی نہ کرتے نبی ﷺ کے سچے امتی تھے طریقہ مصطفیٰ سے از حد محبت تھی۔ لفظ ''اہلحدیث'' سے ان کو گہری وابستگی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے مدرسے کا نام جامعہ اہلحدیث مسجد کا نام جامع اہلحدیث، مکان کا نام اہلحدیث منزل، کتب خانہ کا نام مکتبہ اہلحدیث رکھا۔

آپ نے چھ بار حج کی سعادت حاصل کی۔ سعودی عرب کے نامور عالم دین سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز اور فضیلۃ الشیخ عبدالقادر بن حبیب اللہ سندھی اور دیگر کئی شیوخ سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔ اہل علم سے دوستی اور محبت رکھتے تھے۔ دسمبر 1976 کے آخری ہفتے ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ ڈاکٹر کے مشورے سے صبح کا درس قران بند کر دیا اور اپنی جگہ اپنے برادر نسبتی مولانا محمد سرور شفیق صاحب کو جو کہ ان کی غیر حاضری میں مسجد کے خطیب ہوا کرتے تھے ان کو مستقل خطیب مقرر کر دیا۔ آپ پر مسلسل پانچ مرتبہ یکے بعد دیگرے فالج کا اٹیک ہوا۔ مختلف ڈاکٹروں اور حکیموں کا علاج جاری رہا۔ جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو مشنری ہسپتال سیالکوٹ میں داخل کرا دیا گیا چند روز کے بعد وہاں سول ہسپتال منتقل کر دیئے گئے۔ 23 فروری 1977ء کو انہیں سیالکوٹ ہسپتال سے پسروران کے گھر منتقل کر دیا گیا۔ اسی رات آٹھ بجے شب علم وفضل کا یہ چراغ بجھ گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اگلے روز 24 فروری کو نماز عصر کے بعد ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اور سینکڑوں افراد نے اس میں شرکت کی۔ اس عالم جلیل نے 55 سال عمر پائی اور پسرور میں آسودہ خاک ہوئے۔

مولانا مرحوم کی اولاد میں 3 بیٹیوں کے علاوہ 4 صاحبزادے ہیں۔ بڑے صاحبزادے رانا محمد شفیق خان صاحب پسروری ہیں، جماعت اہلحدیث میں ان کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے اکابر علماء کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر علم وفضل کے دروازے پوری طرح کھول رکھے ہیں۔ آپ ذہین طباع عالم دین ہیں اس کے ساتھ ساتھ شعلہ بیاں مقرر منجھے ہوئے خطیب، صاحب طرز ادیب، مصنف اور مورخ ہیں۔ مجھے ان سے نیاز مندانہ تعلق ہے جہاں بھی ملاقات ہوئی انتہائی خلوص اور محبت سے ملتے ہیں اور ہمیشہ مطالعہ کرنے اور حالات حاضرہ پر لکھنے کی تلقین کرتے ہیں میں ان کی تحریروں کا دلدادہ ہوں یہ لکھتے نہیں کار مسیحائی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔

12 ستمبر 1962 کو پسرور میں پیدا ہوئے علم وفضل کی گود میں پرورش پائی۔ جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ، جامعہ علمیہ سرگودھا، جامعہ رحمانیہ گوجرانوالہ، اور جامعہ ستاریہ کراچی میں زیر تعلم رہے۔ تحصیل علم کے بعد کراچی یونیورسٹی سے عربی و اسلامیات میں ایم اے کیا۔ وفاق المدارس السلفیہ، فاضل السنہ شرقیہ (پی او ایل) کے امتحانات اعلیٰ نمبروں سے پاس کئے اور دورہ مصطلح الحدیث میں نمایاں طور پر کامیابی حاصل کی۔ جن اساتذہ سے اکتساب لیا ان کے نام یہ ہیں۔ علامہ احسان الٰہی

ظہیر، مولانا قاری عبدالحکیم کرم الجلیلی، مولانا محمد صدیق سرگودھا، مولانا عبدالقہار سلفی، مولانا محمد علی جانبز، مولانا محمود احمد حسن، مولانا سید محمد اکرم شاہ۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ علی کالج پسرور میں تدریسی خدمات بجالاتے رہے۔ جامع مسجد ابن تیمیہ متصل جامعہ ستاریہ کراچی کے اول خطیب ہونے کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہے۔ علامہ شہید کی شہادت کے بعد سے لاہور کی تاریخی مسجد چینیانوالی میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان کی تبلیغی اور تحریری خدمات لائق تحسین ہیں۔ مختلف رسائل وجرائد اور اخبارات مین ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں ہفت روزہ اہلحدیث کے نگران ہیں۔ آج کل روزنامہ پاکستان میں قلم کی جولانیاں دکھا رہے ہیں جہاں بعض دفعہ رنگین صفحہ مرتب کرتے ہیں جو کہ اس دن کی **خصوصی اشاعت** ہوتی ہے اس میں **معلومات کا خزینہ جمع** کر دیتے ہیں۔ اب تلک ایک درجن سے **اوپر کتب تصنیف** کر چکے ہیں چند مشہور کتب کے نام یہ **ہیں**:

مضامین پسروری، کالمیات پسروری، حلالہ، لقب اہلحدیث، سواد اعظم کون؟ **شرعی آذان**، قربانی کے چار دن، تحریک اہلحدیث **اور پاکستان**، فوٹوگرافی کا جواز،

مولانا رفیق خاں مرحوم کے دوسرے صاحبزادے حافظ خلیق خاں صاحب **عالم و فاضل** ہیں تیسرے صاحبزادے عتیق خاں ہیں اور چوتھے محمد انیق خاں صاحب سب اپنی بساط اور ہمت کے مطابق دین کا کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو دین اسلام اور مسلک حقہ **اہلحدیث** کا خادم اور والدین کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

بقیہ: ترجمۃ القرآن

اوقات یہ جھگڑا اتنا طول پکڑ جاتا کہ کئی کئی نسلوں تک جاری رہتا۔ بت پرستی عام تھی۔ جان و مال کا تحفظ نہ تھا وہ لوگ رسم ورواج میں اس قدر پھنسے ہوئے تھے کہ آبائی دین بھی چھوڑ چکے تھے عورت کی کوئی عزت نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو ایک ماں، ایک بہن، ایک بیٹی، اور ایک بیوی کے مقدس رشتے سے متعارف کروایا۔ غیر اللہ کے نام دی جانے والی نذر و نیاز سے منع فرمایا اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی تعلیم دی۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان قیامت تک مومنوں کیلئے ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم اس احسان کی قدر کریں۔ اور وہ اسی صورت ممکن ہے کہ ہم امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کریں۔ آپ کی تعلیمات کو اپنائیں آپ کے ارشادات کی تعمیل کریں۔ قرآن و حدیث کی تعلیم کو عام کریں اور زندگی کے ہر لمحہ میں فقط قرآن وحدیث سے ہی راہنمائی لیں۔

اور عملی طور پر رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ۔ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ:

بقیہ: ترجمۃ الحدیث

مجھے ایسے اچھے اعمال کرنے کی توفیق دے جن کی وجہ سے تو راضی ہو جائے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ شکر یہ ادا کرنے کی صورت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جائے جو نعمت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار احسان فرمائے ہیں۔ ان میں سے سب سے عظیم احسان یہ ہے کہ اس انسان کو امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ جیسا عظیم پیغمبر، رہبر و رہنما عطا فرمایا ہے۔ اب انسان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان پر زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اس کے ذکر وفکر میں لگا رہے۔ اپنی زندگی اس کے احکامات کے مطابق اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق گزارے جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت اور نزول وحی کی مناسبت سے ہر سوموار کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ تاکہ ہم اور انعامات کے مواقع پر خوشی کرنے کی طرح اس پیغمبر عظیم المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں بھی اسلام کی تمام حدود و قیود کو پھلانگتے ہوئے اس انداز سے خوشی کا اظہار کریں کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو اور ہماری دنیا و آخرت برباد ہو جائے۔

اعاذنا اللہ منہ۔

اللھم وفقنا لما تحب و ترضی